عصری کاروباری اخلاقیات کی تطہیر

*ڈاکٹر سلمہ محمود

Abstract

Islam is a complete religion which provides guidance not only for spiritual life but about material aspect of life also. There is a clear code of business ethics to be followed in trade. Unfortunately Islamic ethics are being ignored in our society. In this article, reasons of our current materialistic unethical point of view in trade and some suggestions to resolve the problem are being discussed.

دین کی دعوت دراصل معاد کی دعوت ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا اصل منشا انسان کی اُخروی زندگی کی کامیابی ہے چونکہ آخرت کی طرف جانے والا راستہ مادی دنیا سے گزر کر جاتا ہے اور منزل کی طرف جانے والے راستے کو نظر انداز کر کے محض منزل کی دعوت دینا خلافِ حکمت تھا۔ اسی لیے دین نے دیگر شعبہ جات کے ساتھ ساتھ دنیائے مادیات کی اشد ضرورت یعنی کاروبار کے بارے میں بھی اصولی اور اخلاقی ہدایات دیں۔

اسلامی تعلیمات کا نقطہ آغاز ذہن سازی کے لیے قانون یعنی تعلیماتِ حلال و حرام اور اختتام، منفی رجحانات کی بیخ کنی کرتے ہوئے عمدہ سیرت و اخلاق کی تعمیر ہے جس سے دائمی کامیابی ممکن ہو سکے۔ یہی رنگ کاروبار سے متعلق تعلیمات سے جھلکتا ہے۔ دنیا کے جدید گلوبل ویلج کی حیثیت اختیار کر لینے وجہ سے ہمیں اپنے کاروباری ماحول پر اخلاق کو نظر انداز کرنے والے مادہ پرست فلسفہء معاشیات کے اثرات گہرے ہوتے نظر آتے ہیں۔

اسلام میں کاروبار و معاش کی اہمیت

اسلام میں زندگی کا مقصود بندگی ہے۔ کاروبار انسان کی مادی زندگی کی مجبوری ہے۔ اس کائنات میں آنے کے بعد انسان کی زندگی کی بقا کے لیے کاروبار و معاش امر لازم ہیں۔ اس کے لیے رب تعالیٰ نے باقاعدہ ہدایات دی ہیں۔ ایسے افراد کو قابلِ تحسین سمجھا جن کو کاروبار اپنے مقصدِ اصلی سے غافل نہیں کرتا۔

رجال لا تلهيهم بيع ولا تجارة عن ذكر الله[1]

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور کالج ویمن یونیورسٹی، لاہور

یعنی: اللہ کو کثرت سے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی زبان پر ہر وقت زندگی کے ہر معاملے میں کسی نا کسی طرح خدا کا نام آتا رہے خواہ وہ معاشرتی معاملات میں مصروف ہو یا معیشت کے میدان میں مصروفِ عمل ہو۔یہی چیز درحقیقت اسلامی زندگی کی جان ہے۔[2]

اسی لیے حکم دیا گیا:

اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ وزرواالبیع...واذا قضیت الصلوۃ فانتشروافی الارض وابتغوا من فضل اللہ[3]

رسول اللہ ﷺ خود تجارت کرتے رہے نیز آپ ﷺ فرمایا: **علیکم بالتجارہ فان فیھا تسعة اعشار الرزق**[4]

معاشی معاملات کی اہمیت کے باعث فقہاءِ کرام نے حفظِ مال کو مقاصد و مصالح شریعت میں شامل سمجھا ہے۔ مقاصدِ شریعت کی سب سے پہلی بحث امام شاطبیؒ کے ہاں ملتی ہے۔امام غزالیؒ لکھتے ہیں: مقاصدِ شریعت سے ہماری مراد ،مقصودِ شریعت کی محافظت ہے[5]۔اسی مال کی محافظت کا ایک عمدہ طریقہ سرمایہ کاری ہے تاکہ مال ختم نہ ہو جائے اور انفاق،صدقات وزکوٰۃ جیسے احکام پر عمل درآمد ہوسکے۔

اسلامی فلسفہ اخلاق-معیشت سے لے کر سیاست،عبادت،معاشرت اور حقوق العباد تک پھیلا ہوا ہے۔انسانی زندگی کی ہمہ پہلو اور ہم آہنگ نشوونماہی اسلامی اصول ہے۔یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عبادات اور حقوق العباد میں تو اخلاق واحسان کا رنگ نظر آئے مگر سیاست اور معیشت جیسی اجتماعی سرگرمیاں اخلاق سے عاری اور خالی ہوں۔اسلامی اخلاقیات کے متعین مصادر قرآن سنت ہیں جن کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی تزکیہ اور تکمیلِ اخلاق ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبین[6]

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: **انما بعثت لأتمم حسن الاخلاق**[7]

بقول حکیم محمد سعید: کوئی قوم اور کوئی جماعت ترقی کرنا تو بڑی بات ہے اپنے وجود کو بھی برقرار نہیں رکھ سکتے اگر وہ اخلاق کے کم از کم معیار کو ملحوظ نہ رکھیں۔ افراد کے مجموعے کو قومی شخصیت بخشنے والی طاقت اور جوڑنے والی قوت اخلاق کی ہی ہے۔ اخلاقی اقدار کے پاس و لحاظ کے بغیر افراد کے مجموعے کو بھیڑ تو کہا جاسکتا ہے قوم یا ملت نہیں کہا جاسکتا۔ تاریخ کا مطالعہ ہمیں ہی بتاتا ہے کہ جو قومیں اپنے اخلاق کو معیار سے گرا لیتی ہیں اور اپنے افکار و اعمال میں اخلاقی قدروں کو ملحوظ نہیں رکھتیں ان کو تاریخ کا متلاطم سمندر ہچکولے دیتا ہے اور اگر وہ پھر بھی عبرت حاصل نہیں کرتیں تو بالآخر مذلت کے بحرِ عمیق میں تہہ نشین ہو جاتی ہیں۔[8]

اسلامی معاشیات میں اخلاق کے دو پہلو ہیں ایک حلال و حرام یعنی قانونی پہلو اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرا رُخ احسان اور اخلاقیات کا ہے۔ ان دونوں کی اپنی اپنی اہمیت ہے۔ بعض اوقات محض قانون کی پاسداری، زندگی میں وہ حسن و لطافت نہیں لا پاتی جو اکثر ضروری ہوتی ہے اس لیے اسلام احسان کے پہلو کو متعارف کراتا ہے۔ اگر کتبِ حدیث میں ابواب البیوع کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ممنوعہ بیوع کی اقسام جو اندازاً باون ہیں ان میں تین پہلو سامنے رکھے گئے ہیں غرر، سود اور قمار۔ قمار اور سود کی ممانعت اگرچہ قانونی ہے لیکن ان کی حکمتیں سب اخلاقی ہیں۔ بس ایک غرر کی بیوع ہی آج کے تصور کے مطابق قانونی دھوکہ دہی میں آتی ہیں۔ اس اخلاقی پہلو کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبادات میں بھی اس طرف توجہ مبذول کرائی۔ اس مقالہ میں کاروبار کے قانونی پہلو سے زیادہ احسان کا اخلاقی پہلو زیرِ مطالعہ رکھا گیا۔

عصری کاروباری صورتِ حال اسلامی فلسفہ اخلاق کے تناظر میں:

عصری کاروباری اخلاق کو اسلامی اصولوں کے مطابق منظم کرنا اس لیے ضروری ہے کہ اگرچہ حلال و حرام کا تعلق مسلمان دنیوی و اخروی فلاح سے ہے لیکن اکثر اوقات محض قانون اور حلال و حرام سے پسے ہوئے طبقات کا دفاع اور مدد ممکن نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام معیشت کے اخلاقی پہلو کو بھی ضروری سمجھتا ہے۔ ایثار، ہمدردی، اخوت، تعاون اور خیر خواہی جیسے اوصاف کو اہم قرار دیتا ہے۔ اگر اخلاق کا پہلو فراموش کر دیا جائے تو انسان خود غرضی، مادہ پرستی، نفع اندوزی میں آگے بڑھتا ہوا آخر کار حلال و حرام کی قانونی حدود عبور کرنے کی نامبارک

سعی میں دنیا آخرت سب برباد کر ڈالے گا۔

عصری معاشیات کا ایک اہم رجحان یہ ہے کہ انسانوں کی ہر خواہش کو جائز مان کر اس کی تکمیل کی کوشش کی جائے۔ اس کا گہرا اثر ہماری کاروباری زندگی پر پڑتا ہے۔ جب معاشی میدان سے دین اور اخلاق کو دیس نکالا مل چکا ہو تو پھر کسی خواہش کو جائز اور ناجائز ماننا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ہر خواہش کا پورا ہونا ممکن نہیں کہ انسانی خواہشات لامحدود اور ان کو پورا کرنے کے ذرائع محدود ہیں۔ انسانی خواہشات اکثر اپنے حق سے زائد کا مطالبہ کرتی ہیں، دوسروں کی خواہشات پر دست اندازی کرتی ہیں۔ اگر وہ زیادہ خودسر ہو جائیں تو دوسروں کو فنا کرنے سے بھی گریز نہیں کرتی اور اس پر انسانی تاریخ گواہ ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ خواہشات میں جب خود کو منظم کرنے کا از خود سلسلہ بھی نہیں پایا جاتا تو ان کی باہمی نزاع کا فیصلہ کون کرے گا؟ یہ فیصلہ اس قانون و حکومت کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ انسانی تاریخ بتاتی ہے ہٹلر ہو یا میسولینی ،چنگیز و ہلاکو ہوں، عصرِ حاضر میں شام کے ڈکٹیٹر حافظ الاسد کو دیکھیں یا بش ،ٹرمپ اور مودی وغیرہ جو محض اپنی تمناؤں کی تکمیل میں حکومت اور طاقت کی اوٹ میں ہر جائز و ناجائز کے مرتکب ہوتے رہے۔ انسان طاقت کے استعمال میں بڑا کمزور ہے چنانچہ جائز و ناجائز اور نزاعی حدود کا تعین کرنے میں بعض اوقات قانون کافی نہیں ہوتا۔ یہاں دین اور اخلاق کی اشد ضرورت کی پڑتی ہے۔ اخلاق کو زندگی کے کسی میدان سے نکالا نہیں جا سکتا۔ عصری کاروباری صورتحال کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ایک طرف تو جدید نظامِ معیشت کے رجحانات ،گلوبلائزیشن کی وجہ سے ہم پر گہرے طور اثر انداز ہو رہے ہیں اور دوسری طرف ہماری دینی و اخلاقی تعلیمات ہیں جن کے درمیان بعد المشرقین فرق ہے۔ اسی وجہ سے صورتحال روکے ہے مجھے ایمان تو کھینچے ہے کفر جیسی ہو رہی ہے۔ لوگوں خود اپنے تضادات سمجھ نہیں آرہے۔ اخلاق تو درکنار قوانینِ اسلام کے برخلاف مثلاً سود، ملاوٹ، اسلامی ملک میں شراب کی خرید و فروخت[9]، جوا، قمار اور غرر کی کئی صورتیں ہمارے ہاں سکہ رائج الوقت ہیں۔ جہاں قانونی معاملات ہی مکمل دینِ اسلام کے تابع نہ ہوں، وہاں اخلاقی صورتِ حال کی ناگفتنی کا اندازہ بڑی آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک اس موقف کہ کاروبار میں اخلاق کا کوئی دخل نہیں، کا تعلق ہے تو اس کی ڈانڈے اہلِ مغرب کی اخلاق باختگی Atheism اور لادینی Secularism سے ملتے ہیں۔ اخلاق کے بارے میں کارل مارکس کے موقف کو دیکھا جائے تو وہ افادی ہے۔ اس کے نزدیک اخلاق کا دارومدار عام انسانوں کی بھلائی نہیں غالب طبقوں کی بہبود پر ہے۔ ہر زمانہ میں

وہی اخلاقی قدریں رائج ہوتی ہیں جن سے مروجہ معاشی نظام کی حمایت ہوتی ہے اخلاق کے متعلق کارل مارکس کا یہ نظریہ ہے: کسی دور میں معاشی پیدائش کا جو نظام رائج ہوتا ہے اسی کے مطابق اور اسی سے ہم آہنگ بعض اخلاقی قدریں پرورش پاتی ہیں۔ ہر عمل کو اسی نسبت سے اچھا یا برا قرار دیا جاتا ہے جس نسبت سے وہ مروجہ معاشی نظام کے مطابق پیدائش ِ دولت میں بھی تبدیلی ہونی چاہیے اور یہ کہ کسی معاشرہ میں جس اخلاقی معیار کو عمومیت حاصل ہوتی ہے وہ وہی ہوتا ہے جو رائج الوقت معاشی نظام کے مطالبات کو بہتر طور پر پورا کرتا ہے۔[10]

عصری کاروبار کا سب سے گھناؤنا پہلو اخلاقِ حسنہ سے محرومی اور افادیت Utility کا مغربی تصور ہے۔ اہلِ مغرب کے ہاں افادیت کا تصور صرف ہی ہے کہ اقدار اور اخلاق کا کوئی دائمی نظام نہیں۔ افادیت دراصل انفرادی اور اجتماعی مفاد پرستی ہے کہ ہر وہ مادی چیز اوراخلاقی قدر جو عامۃ الناس کا ہاں قبولیتِ عامہ کے درجے میں ہو اس کو اختیار کرلیا جائے۔ ڈاکٹر محمود غازی کہتے ہیں کہ اسلامی شریعت اس تصور کو قبول نہیں کرتی کہ معاشی انسان سے مراد وہ زندہ وجود ہے جس کی زندگی کا مقصدِ وجود صرف یہ ہو کہ وہ مادی زندگی کا بہتر سے بہتر ہدف اور اعلیٰ سے اعلیٰ سطح حاصل کرے ، اور حصولِ مال، حصولِ زر اور حصولِ مادیات کے علاوہ اس کا کوئی محرک نہ ہو۔[11]

آج کاروباری اخلاقیات کے عدم کی وجہ سے فلسفہ مادیت و افادیت کے زیرِ اثر انسانیت افلاس و غربت اور استحصال کے چنگل میں پھنسی بلک رہی ہے حالاں کہ قرآنِ مجید کے مطابق کاروبار میں اخلاق کا عدم، معاشی و مالی فساد فی الارض کی ہے۔ یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے قوموں پر عذاب آتے رہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **ولا تبخسوا المکیال و المیزان انی ارا کم بخیر و انی اخاف علیکم عذاب یوم محیط۔ ویقوم اوفوا المکیال والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاءھم ولا تعثوا فی الارض مفسدین ۔** [12]

یہ ایسا سنگین معاملہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ناپ تول کرنے والوں کو فرمایا:

انکم قد ولیتم امرین ھلکت فیھما الامم السابقۃ قبلکم[13]

تمھیں ایسے دو کاموں کی نگرانی سونپی گئی ہے جن میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے کئی قومیں ہلاک ہوئیں وہ کام ہیں ناپ اور تول آپ ﷺ نے وزن کرنے والے سے فرمایا: **زن و ارجح** یعنی تول اوراحسان کا معاملہ کرتے ہوئے جھکتا ہوا تول۔[14]

دین اور دنیا میں دوئی کا جدید تصور کاروبار کو اخلاقیات سے بے گانہ بنا دیتا ہے جس میں انسان محض آلہ پیداوار ہے۔ تمام معاشی سرگرمیوں کا مقصد material productivity ہے۔ حالاں کہ اخلاقی محرکات کا تذکرہ کسی دور میں اہلِ مغرب کے ہاں بھی موجود تھا۔ آج دنیا نے مذہب اور معاشیات کا دائرہ الگ کر دیا ہے اور مسلمان علماء معاشیات کے احکام کو مذہبی تصورات سے وابستہ کرتے ہیں، معاشیات کے مسائل کو مذہبی تصورات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو بہت سے مغربی اور جدید ذہن کے مشرقی فضلاء اس پر معترض ہوتے ہیں۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ معاشیات کے مباحث میں مذہب کو داخل کرنے کی روایت خود مغرب میں بھی موجود رہی ہے اور مغربی معیشت کے ماہرین اس روایت سے ناواقف نہیں۔ آدم سمتھ جو کلاسیکی اسکول کا بانی مانا جاتا ہے وہ اخلاقی محرکات کا ذکر صراحت کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کے یہاں مذہب اور معاشیات میں ربط کے تصورات موجود ہیں۔[15]

بہر حال نو کلاسیکی مفکرین نے مذہب و اخلاق کو معاشی سرگرمی سے بالکل نکال دیا۔ انسان کو محض کماؤ جانور بنا دیا جس کی پیدائش سوائے مادی احتیاج کی تکمیل کے کوئی اعلیٰ اور ارفع مقصد نہیں۔ ڈاکٹر محمود غازی لکھتے ہیں: مغربی سرمایہ داری میں اول تو اخلاقی اقدار سرے سے ہی غیر متعلق سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن اگر کہیں اخلاقی اقدار اور اصولوں کا تذکرہ ملتا ہے تو صرف اس حد تک جس میں وہ نفع میں مدد و معاون اور مادیات کے حصول میں کارآمد معلوم ہوں۔ سچ بولنا اس لیے اچھا ہے کہ سچ بولنے سے خریدار کا اعتماد قائم ہو جاتا ہے دیانت داری بہترین پالیسی ہے۔ یعنی دیانت داری فی نفسہ بطور ایک اخلاقی قدر کے کوئی اچھی چیز نہیں ہے، نہ فی نفسہ دیانت داری مطلوب ہے، بلکہ بطور پالیسی کے اختیار کی جائے تو بہت اچھی چیز ہے۔[16]

عصری سرمایہ دارانہ معیشت میں خالص مقابلے Competition کی معیشت ہے۔ مقابلہ بازی کوئی غیر قانونی امر نہیں۔ لیکن عصرِ حاضر میں یہ مقابلہ بازی، بداخلاقی کی انتہائی گھناؤنی شکل اختیار کر چکی ہے۔ مد مقابل کو پچھاڑنے کے لیے تمام منفی ہتھکنڈے کھلے عام اختیار کیے جاتے ہیں۔ دوسرے کی کاروباری شہرت کو بے جا نقصان پہنچانا، منفی اشتہار بازی اور دوسری کمپنیوں کے خلاف سرمایہ کاری، لوگوں میں مقبول ترین نیشنل ہیروز کو اپنی مصنوعات کی ترویج کے لیے استعمال کرنا، کاروباری رازوں کی چوری، دوسری کمپنیوں کے ماہرین کو زیادہ مراعات کا لالچ دے کر اپنے ہاں خدمات کی فراہمی کے لیے مجبور کر دینا وغیرہ۔ اس کے علاوہ اور بیسیوں ایسے کاروباری ہتھکنڈے ہیں جنھیں اپنے

کاروباری حریفوں کو چت کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ تمام غیر اخلاقی اقدامات بظاہر قانون کی حدود میں رہتے ہوئے کیے جاتے ہیں۔دینِ اسلام ایسی تمام غیر اخلاقی سرگرمیوں کی مذمت کرتا ہے جن سے دوسروں کے مفادات کو زک پہنچے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے: ملعون من ضار مومنا او مکر بہ [17]

مزید فرمایا: من ضار ضار اللہ بہ ومن شاق شاق اللہ بہ[18]

عصری تجارت میں اشیا کی فروخت کاری کے لیے اشتہار کو ایک کاروباری ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔اس کے بغیر اشیائے صرف کا، کارخانوں سے نکل کر گھروں تک پہنچنا ناممکن سمجھا جاتا ہے۔آج کل اس اشتہار بازی نے باقاعدہ صنعت کا درجہ اختیار کر لیا ہے اسے باقاعدہ علوم وفنون کی طرح اداروں میں پڑھایا جارہا ہے۔طلبہ کی بڑی تعداد اشتہار بازی سیکھنے کی طرف متوجہ اس لیے ہوتی ہے کہ اس میں آمدن کے مواقع کافی زیادہ ہیں تاہم اس آمدن کا کثیر حصہ لاگتِ اشیاء میں اضافہ ہی کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔اس میں سرمایہ دار اور خاص طور پر بڑے کاروباری حضرات کا تو فائدہ ہے لیکن صارف کا سراسر خسارہ ہے۔لوگ نت نئے ماڈلز اور آئیٹمز دیکھ کر اپنی چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانے پے مجبور ہو جاتے ہیں۔ان کے نزدیک بہتر سے بہترین اور جدید ترین مصنوعات تک رسائی کی ذہنیت پیدا ہوتی ہے اوراس سے اصل مقصدِ حیات سے غفلت کے جذبات ابھرتے ہیں۔سید مودودی لکھتے ہیں: وافر سرمایہ کے بل پر ایک چیز از قسم سامانِ تعیش تیار کی جائے اور پھر اشتہار سے ترغیب دلائی جائے اور مفت بانٹ بانٹ کر طرح طرح کی سخن سازیاں کرکے زبردستی اس کی مانگ پیدا کی جائے اور اسے ان غریب اور متوسط الحال لوگوں کی ضروریات زندگی میں خواہ مخواہ ٹھونس دیا جائے جو بیچارے اپنے فرائضِ حیات بھی پوری طرح بجالانے کے قابل نہیں۔[19]

اس اشتہار بازی میں اور بھی کئی چیزیں صریحًا اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ایک طرف تو اشیا کو اس طرح دلکش ودلفریب انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ صارفین اضاعۃ المال کی طرف راغب ہو جائیں اور ان کے دل اعتدال سے ہٹ کر خواہشات کی آماج گاہ بن جائیں۔ڈاکٹر محمود احمد غازی کے مطابق: مغرب کی پوری معیشت دن رات اسی بات کے لیے کوشاں رہتی ہے کہ انسانوں کے دل و دماغ کو نت نئی مادی اور شہوانی خواہشات کی آماج گاہ بنایا جائے۔ان کی

کمپنیاں، ان کی تجارتیں، ان کے بنک، ان کے تجارتی دفاتر، ان کے اشتہارات غرض ہر چیز کا ہدف یہ ہے کہ عام انسانوں کے لیے نئی نئی ضروریات تراشیں پھر ان لوگوں کو ان ضروریات کی تکمیل پر آمادہ کریں۔[20]

اس کے علاوہ یہ کہ ان تمام تشہیری اخراجات کو صارفین کے حصہ میں ڈالا جاتا ہے جس سے اشیاء کی لاگت میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیع تلقی الجنب اور بیع الحاضر للباد سے استحصالی صورتیں ہونے اور اخراجات میں غیر ضروری اضافے کی وجہ سے بھی منع فرمایا[21]

ڈاکٹر سعدیہ گلزار لکھتی ہیں: اشتہار بازی میں بے حیائی، رقص، موسیقی، اخلاق سے گری فلموں، مخربِ اخلاق مطبوعات اور مہنگی تصاویر کو ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ مضرِ صحت اشیا کی تشہیر کی جاتی ہے مثلاً سگریٹ وغیرہ۔ نت نئے فیشنوں کے اشتہار دے کر فیشن پرستی کو رواج دیا جارہا ہے۔ اخلاق سے گرے اشتہارات نشر کیے جاتے ہیں۔[22]

ڈاکٹر نور محمد غفاری لکھتے ہیں کہ اشتہارات کے ذریعے انسانوں کو تعیشات کا دلدادہ بنایا جارہا ہے اور ہمیں تو فکر اس امتِ مسلمہ کی ہے جس کا مزاج ہی مجاہدانہ ہے مگر آج وہ اس قدر تکلفات اور تعیشات کی دلدادہ بن گئی ہے کہ اس کی تمام سخت کوشی اور سخت جانی کی صفات محو ہورہی ہیں جن پر اس کے جہادِ زندگانی کی بنیاد روزِ اول ہی سے رکھی گئی تھی۔ آج امت کا وہ حصہ جو تیل کی دولت سے مالا مال ہے وہ سرمایہ دار صنعتی ممالک کے پیدا کردہ سامانِ تعیشات کا سب سے بڑا خریدار بن چکا ہے اس عیش کوشی اور آرام پسندی کے مہلک نتائج کیا ہیں؟ اس کا جواب بیت المقدس، جولان کی پہاڑیوں اور غزہ کے شہر سے پوچھ لیں۔[23]

عصر حاضر کی ایک بڑی تجارتی بد اخلاقی جبراً قیمتوں پر کنٹرول کرنا ہے۔ اسلام تجارت میں قیمتوں کے منصفانہ ہونے کا داعی ہے۔ لیکن طلب و رسد کے لیے حکومتی کنٹرول کی بجائے تمام استحصالی حربوں کا خاتمہ کرتے ہوئے کھلی منڈی میں باافراط لانے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ جب اشیا بازار میں قدرتی طریقے سے آئیں تو پھر ان کی طلب بھی قدرتی طریقہ پر ہوتی رہے تو قیمتیں اپنی مناسب سطح پر رہیں گی۔ قیمتوں پر سخت حکومتی کنٹرول بھی شرعاً درست نہیں البتہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مصنوعی قلت کے خاتمے کے لیے اقدامات کرے۔ احتکار اور اجارہ داری کے تمام حیلے بزور ختم کرے۔ قیمتوں پر جبری کنٹرول میں پیدوار کنندہ کا نقصان و استحصال، مارکیٹوں سے اشیا کا غائب ہو جانا اور چور بازاری جیسی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں ☆ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کے اصرار کے باوجود قیمتیں مقرر کرنے

سے انکار کیا تھا ایک دفعہ فرمایا: میں تو بس اللہ سے دعا کر سکتا ہوں ایک بار کہا: اللہ تعالیٰ ہی بھاؤ چڑھانے اور گرانے والے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں کہ میرے ذمہ کسی پر ظلم نہ ہو۔[24]

ڈاکٹر نور محمد غفاری لکھتے ہیں کہ موجودہ حکومتوں نے قیمتوں پر کنٹرول کی صورت میں تجار اور صارفین دونوں کے معاشی استحصال کا ہتھیار اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے جسے وہ جب چاہیں بے رحمانہ چلائیں اور غریب عوام بے چارے کچھ بولنے کی سکت نہیں رکھتے حکومت کے اس ہتھیار کی کئی صورتیں ہوتی ہیں مثلاً درآمدی ٹیکسوں کا بوجھ بڑھا دیا جاتا ہے، دوکان داروں پر روز افزوں سیلز ٹیکس لگا کر اس خنجر کی دھار کو تیز کر دیا جاتا ہے۔[25]

عصری تجارت میں انفرادی اور گروہی مفاد پرستی، تکثیر، مادی تلذذ اور اجارہ داری و تسلط hegemony بہت عام سی بات ہے اور اسلام اخوت، احسان اور احساسِ جوابدہی کی اقدار کو راسخ دیکھنا چاہتا ہے جبکہ سرمایہ دارانہ معیشت میں مادی نفع محرکِ اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام نفع سے منع نہیں کرتا بلکہ زیادہ سے زیادہ نفع اندوزی کی مذمت کرتا ہے۔ اس سے صارفین کے مفادات پر زک پڑتی ہے۔ ان میں اکثریت کم تر وسائل رکھنے والے ہوتے ہیں اس لیے وہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے کچھ نہیں کر پاتے۔ اسلام ذاتی مفاد، استحصالی و مادہ پرستانہ رویوں اور ہوس مال و زر سے منع کرتا ہے۔ مادیت زدہ سوچ والے افراد اخلاقی صفات سے عاری اور عیش و تنعم کے عادی ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نمائندے حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجتے وقت یہ وصیت کی: یامعاذ ایاکم والتنعم فان عباد اللہ لیسوا بالمتنعمین[26]

مزید فرمایا: کلوا واشربوا والبسوا تصدقوا فی غیر اسراف ولا مخیلة [27]

اسلام نے اخلاقی صفات کو ابھارا ہے جس میں خدمتِ خلق کو سرِ فہرست رکھا گیا: الساعی علی الارملة و المسکین کالمجاھد فی سبیل اللہ[28]

خلاصہ و نتائج: Conclusion

عصری کاروباری اخلاق، ہوسِ مال و جاہ کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ انسان فطرتاً مال و دولت کی محبت اور جذبہ تملیک پر تفاخر محسوس کرتا ہے ایک بچے کے اولین جذبات کا مشاہدہ کیا جائے تو تحفظ طلبی کے ساتھ جذبہ تملیک سرفہرست ملے گا

اسلام اسی فطری جذبے کو درست سمت فراہم کرتا ہے۔ارشاد ہوا:الذی یوتی ماله یتز کی۔وما لاحدٍ الا البتغاۗءوجه ربه الاعلیٰ۔ولسوف یرضیٰ[29]

اسلام اس جذبہ کو اخلاقی جذبات کے ساتھ کنٹرول کرنا ضروری سمجھا گیا تا کہ انسان مادیت کی اس انتہا پر نا چلا جائے جسے الھٰکم التکاثر[30] کہا گیا ہے۔ عصری تجارتی ماحول میں تکثیر کے لیے ہر ناجائز و جائز روا رکھا جاتا ہے۔ جہاں دیانت داری اور کفالتِ عامہ جیسی سرگرمیاں بھی اپنی تشہیر اور کاروباری ساکھ کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ محض رمضان المبارک میں زکوٰۃ کے مستحقین، متاثرینِ سیلاب و زلزلہ کے ساتھ تصویری تشہیر ہو یا کسی طرح کی کوئی فلاحی و رفاہی سرگرمی ہمارے کاروباری حلقوں کی ذہنیت کی قلعی کھول دیتی ہے۔ اس کے برعکس اخلاقِ حسنہ کاروباری دنیا کو احسان، اخوت ، دنیوی زندگی کی ناپائیداری کا تصوراور احساسِ جواب دہی کی معنویت عطا کرتا ہے۔

اسی لیے مسلمانوں کے باہم خیر خواہی والے تعلق کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

المسلم اخوالمسلم،لا یظلمه ولا یسلمه،ومن کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته [31]

اسلامی تجارتی اخلاقیات کے نفاذ کا مجوزہ لائحہ عمل: Suggestions

کاروبار میں اخلاقِ حسنہ کی تنفیذ کے لیے اسلامی تعلیمات نہایت واضح ہیں۔ اگر ان پر غور کیا جائے تو سہ پہلوی لائحہ عمل سامنے آتا ہے جو قانون سازی کی شکل میں حکومتی ذمہ داری مفاسدِ تجارت کی ترہیب سے کاروباری حلقوں کی تربیت اور عامۃ الناس کی آگاہی پر مشتمل ہونا چاہیے۔ اس ضمن میں ممکنہ تجاویز درجِ ذیل ہیں:

☆سب سے پہلے یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی مملکت میں لوگوں کو اسلام کے مطابق گزارنے کے مواقع فراہم کرے۔ قومی خزانے کو امانت سمجھے سرکاری اخراجات میں کفایت شعاری اختیار کرے۔ اپنے بجٹ خسارے آجرین اور صارفین کی جیبوں سے ناپورے کرے۔

☆عصرِ حاضر میں ناجائز تجاویزات کی زد میں آنے والے بازاروں اور دوکانوں کو گرا کر لوگوں کو کاروبار سے محروم کیا جارہا ہے۔ حکومت کو قانوناً اس کا حق حاصل ہے۔ یہ کاروباری صورتحال کو تباہ کردینے کے علاوہ اسکی زد بہرحال

اخلاقیات پر بھی پڑے گی۔ اس معاملے پر اخلاقاً ہمدردانہ غور کرتے حکومت اپنے وسیع وسائل کے مطابق کوئی متبادل طریقہ کار اختیار کرے۔

☆تاجروں اور صارفین پر عائد بے جا ٹیکس کم کیے جائیں۔46 کی جگہ 16 ٹیکس کرنے کی تجویز قابلِ غور ہے لیکن یہ 16 کا عدد بھی زیادہ ہے۔

☆روزانہ کی بنیاد پر پھلوں اور سبزیوں کی قیمتوں کا DCOs کی طرف سے تعیین کیا جانا محض ایک مذاق اور قانون شکنی بن چکا ہے اس قیمتوں پر کنٹرول کے نظام پر نظر ثانی کی جائے

☆ریاستِ مدینہ کے قیام کی طرف کی جانے والی سرکاری پیش رفت میں اخلاص کے ساتھ ساتھ علماءِ کرام اور عدلیہ،مقننہ،انتظامیہ ،معیشت اور صحافت سے درست وژن والے بافراست افرادِکار کی خدمات حاصل کی جائیں۔ مہنگے غیر ملکی ماہرین کی خدمات حاصل کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

☆ذاتی وانفرادی محاسبہ کی ضرورت اور اہمیت اُجاگر کرنے کے اقدامات کیے جائیں۔اس قسم کے اشتہارات نشر کیے جائیں مثلاً کہ میں روز اپنا محاسبہ کر کے سوتا ہوں یا آج کتنے احکامِ رب پورے کیے، کتنی بار دیانتداری سے فرائض سر انجام دیے کتنی بار خدمت،خوش خُلقی،تعاون اور رحم دلی کا مظاہرہ کیا، کتنی بار رب کو پکارا؟ وغیرہ

☆ضروری ہے کہ تجارت میں اخلاق حسنہ کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسے افراد اور تنظیموں کو میڈلز،اعزازت اور القابات سے نوزا جائے جو اپنی کمپنیوں کا تجارتی اخلاق،اسلامی اخلاق کے زریں اصولوں کے مطابق ترتیب دیں۔

☆اشتہار بازی کے مقاصد کا رخ بہترین اور سستی اشیائے صرف کی فراہمی رکھا جائے۔

☆جب تک عوام کی اکثریت کو ضروریات کی فراہمی مکمل نا ہو اس وقت تک تعیشات اور سہولیات کی اشتہار کاری ممنوع قرار دی جائے یا ان کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے ان کے منافع پر بھاری بھر کم ٹیکس عائد کیے جائیں۔

☆میڈیا کاروباری اخلاقیات کے اسوہ نبوی ﷺ کو اجاگر کرے۔

☆دیانت داری اور کاروباری اخلاقیات پر مشتمل مختصر کورس کروائے جاسکتے ہیں جن میں شمولیت اختیار کرنے والوں کو تشہیری سرٹیفکیٹ یا ٹیکس میں یا کچھ اور طرح کی مراعات دی جاسکتی ہیں۔

☆جمعہ کی نمازوں اور خطبات میں اخلاق و دیانت کی ترویج اور مادہ پرستانہ طرزِ زندگی کی حوصلہ شکنی کو موضوع بنایا جائے۔

☆رفاہی تنظیموں کی معاونت سے آیات واحادیث پر مشتمل فلیکس، بورڈز وغیرہ دکانوں اور کاروباری مراکز میں نصب کرائی جائیں۔

☆بزنس ایتھکس کے نصاب کی اسلامی اصولوں کے مطابق تدوینِ نو کی جائے اور اس مضمون کو سکینڈری سکول لیول پر متعارف کرایا جائے۔

☆ہیروز کے مروجہ گلیمرائزڈ تصور کو بدلا جائے۔ڈرامہ و افسانہ نگاروں،شاعروں اور مصنفین کے سرکاری سطح پر کانفرنسز اور پروگرام کرکے انہیں بامقصد ادب کی طرف راغب کیا جائے۔ادب برائے معاش کی حوصلہ شکنی کی جائے۔میڈیا اور چینلز کو مقصدیت کی طرف راغب کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

حوالہ جات

[1] :النور،24:37

[2] مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 2000ء، 2/96-97

[3] الجمعہ، 62 : 15

[4] علی المتقی بن حسام الدین برہان پوری، کنزالعمال فی سنن الاقوال والاعمال، مطبوعہ قاہرہ، 2/192

[5] الشاطبی، الموافقات فی اصول الشرعیۃ، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، قاہرہ، سن ندارد؛ الغزالی، محمد بن احمد، المستصفیٰ فی اصول الفقہ، مطبعہ امیریہ، قاہرہ، 1324ھ، 2/287

[6] الجمعہ، 62:2

[7] مالک بن انس، الامام، المؤطا، باب حسن الخلق، 2/51، دار الغد الجدید، مصر، 2005ء/1426ھ

[8] محمد سعید حکیم، اخلاقیاتِ نبوی ﷺ، مقالہ مذکرہ ملی، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی، 1416ھ، ص19☆دیکھیے حدیثِ جبرائیل، کتاب الایمان والاسلام والاحسان ووجوب الایمان، ح93، الجامع الصحیح لمسلم، دار السلام، الریاض، 2001ء

[9] اکستان میں 1999ء میں سود سے پاک معیشت کے بارے میں عدالتی فیصلہ آچکا ہے۔ گذشتہ ماہ دسمبر 2018ء میں ریاستِ مدینہ کی دعوے دار ملک کی پارلیمنٹ میں حکومت، اپوزیشن دونوں کے شراب کی حرمت کے قانون کے خلاف متحد ہونے کا نظارہ ہم دیکھ چکے ہیں۔ اب لاہور ہائیکورٹ نے بھی شراب کی فروخت پر پابندی کی درخواست مسترد کری۔ دیکھیے، روزنامہ اسلام، لاہور، 16 فروری، 2019ء

[10] صدیقی، مظہر الدین، محمد، ہیگل، مارکس اور نظامِ اسلام، 37

☆راقمہ کو ایک سفر نامہ پڑھتے ہوئے تعجب ہوا کہ ہالینڈ میں بھنگ اور چرس سے بھرے سگریٹ قانوناً ممنوع نہیں اس کی وجہ بقول مصنف: یورپی خصلت بے حد پریکٹیکل ہے۔ ہالینڈ میں سب سے پہلے ہم جنس شادیوں کو تحفظ دیا گیا کہ لوگ اس اجازت کے بغیر بھی اس کے مرتکب ہو رہے ہیں تو انہیں قانونی تحفظ دینے میں کیا حرج ہے۔ اور اگر عوام الناس ہدایت پانے والوں میں سے نہیں ہیں انہوں نے ہر صورت میں نشہ بازی اختیار کرنی ہے تو ان لوگوں کو گرفتار کرکے جیلوں میں بھیجنے کا کیا فائدہ۔ مستنصر حسین تاڑڑ، ہیلو ہالینڈ، سنگِ میل پبلیکیشنز، لاہور، 2015، 137

[11] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضراتِ معیشت و تجارت، الفیصل ناشران کتب، لاہور، جون 2017ء، 86

[12] الاعراف، 7: 85

[13] محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ، جامع الترمذی، دار السلام الریاض، 1999ء، کتاب البیوع، باب ماجاء فی المکیال والمیزان، 2890؛ الخطیب، محمد بن عبد اللہ تبریزی، المشکوٰۃ المصابیح، دار ارقم، بیروت، سن ندارد، کتاب البیوع، باب السلم والرہن، فصل ثانی، حدیث 3، جلد اول

[14] جامع الترمذی، دار السلام الریاض، 1999ء کتاب البیوع، باب ماجاء فی الرجحان الوزن، 2890

[15] محاضراتِ تجارت و معیشت، 84

[16] :ایضاً، ص 122۔ تاہم اب مغرب میں ہی سوشل انٹرپرینیور شپ، Ethical Investment اخلاقی سرمایہ کاری Social responsible investment سماجی ذمہ داری کی حامل سرمایہ کاری کے چرچے ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں کہ سرمایہ دارانہ طرزِ فکر اور نیو کلاسیکی نظریہ معاشیات کے زیرِ اثر افراد کا مطمح نظر بیش از بیش نفع کمانا ہے۔۔۔ ایسے انفرادی فیصلوں کے منفی اثرات سے اجتماعی مفاد کو بچانے کی ذمہ داری ریاست کے سر آتی ہے مگر سرمایہ دارانہ فلسفہ ریاستی ضابطہ بندی کی نفی کرتا ہے اس لیے اس فکر کے نقصانات سے آگاہی بڑھی ہے اور گزشتہ چند دہائیوں میں اجتماعی مفاد کی رعایت اور اخلاقی قدروں کے التزام کے لیے تحریکوں نے جنم لیا ہے۔ مقاصدِ شریعت، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2009ء، ص 192، 191

[17] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الترمذی، الجامع الصحیح، دار السلام الریاض، 1999ء ابواب البر والصلہ، باب ماجاء فی الخیانۃ والغش، 1941

[18] ایضاً، 1940

[19] مودودی، سید ابو الاعلیٰ، اسلام اور جدید معاشی نظریات، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 2001ء، 30

[20] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضراتِ تجارت و معیشت، الفیصل ناشران کتب، لاہور، جون 2017ء، 86، 85

[21] دیکھیے کتاب البیوع فی الصحیحین۔

[22] سعدیہ گلزار، ڈاکٹر، پاکستانی معیشت اور اخلاق، الفیصل ناشران کتب، لاہور، 2017ء، 70

[23] غفاری، نور محمد، ڈاکٹر، اسلام کا قانونِ تجارت، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری، لاہور، ستمبر 1989ء، ص186

[24] الترمذی، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب ماجاء فی التسعیر، 1314

[25] اسلام کا قانونِ تجارت، 150

[26] مشکٰوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء، 1/5262

[27] البخاری، الجامع الصحیح، دار السلام، الریاض، 2001ء، کتاب اللباس، باب قول اللہ تعالیٰ: قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ، محمد بن یزید الربعی القزوینی، ابنِ ماجہ، السنن، ابواب اللباس، باب البس ماشئت، 3605

[28] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب الساعی الی المسکین 6007

[29] اللیل، 92: 18-21

[30] التکاثر، 102:1

[31] مسلم، الجامع الصحیح، کتاب المظالم، باب تحریم الظلم، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، 2000ء/1421ھ، 6578